ڈاکٹر محمد ارشد
استاد، شعبہ شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، شکر گڑھ
ڈاکٹر نسیم محمود
استاد شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ علامہ اقبال پوسٹ گریجوایٹ کالج، سیالکوٹ

معراج انسانیت (اسلامی تعلیمات اور فکرِ اقبال کے تناظر میں)

Dr. Muhammad Arshad
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Govt Post Graduate College Shakargarh.
Dr. Naseem Mehmood
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt Allama Iqbal Post Graduate College, Sialkot.

Ascension of Humanity (In the context of Islamic Teachings & Thoughts)

Islam is human religion considering the respect and dignity of human beings. If the humanity leads its life in accordance with divine guidelines, it is the creation of Allah almighty and if it deviates the nature it would be the worst creation in the world. Ascension of humanity (In Perspective of Islamic Teachings and Thought of Iqbal) is an analysis of the practical life of present humanity and Islamic teachings and Iqbal's thought.. This research paper is a discussion on the points through which this high place can be attained which are: humility, brotherhood, equality, unity, actions and character, human service, optimism and the high selfness or ego. All these points have been elaborated in the light of Islamic teachings and Iqbal's thought. A reader may feel himself enabled to come out from humiliation and disgrace to honor and respect amongst all the living creations at present.

Key Words: *Religion, Dignity, Humanity, Divine, Guidelines, Nature, Ceation, Iqbal, Teachings, Muslims, Lifestyles, Laws.*

قرآن حکیم کا موضوع انسان (مکلف) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کا خطاب براہِ راست انسان کو انسانیت کے بلند کے بلند درجے پر فائز کرنے اور اس کو احسنِ تقویم اور تکریمِ بنی آدم کے مصداق بنانے کے لئے ہے اور اس کو اسفل سافلین کے گھڑوں اور جہنم سے بچانے کے لئے بھی احکامات دئے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی

بھی انسانیت کی توقیر و تکریم کے دروس پر مبنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بنیادی تعلیمات میں مخلوقِ خدا کی خدمت، احترامِ انسانیت اور معراجِ انسانیت تک کے سفر کے تمام مراحل کا ذکر ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ان بلند پایہ مفکرینِ اسلام میں ہیں جنہوں نے گہرائی میں جا کر قرآن و سنت کی تعلیمات کا مطالعہ کیا۔ ان کے کلام میں کتاب و سنت کی تعلیمات کا نچوڑ سامنے آتا ہے۔ انہوں نے انسانیت اور اس کی معراج کا جو تصور پیش کیا ہے وہ کتاب و سنت کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔ ذیل میں معراجِ انسانیت کے تصور کے حوالے سے فکرِ اقبال اور اسلامی تعلیمات کے حوالے سے چند اہم نکات کی صورت میں تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے:

۱. عاجزی وانکساری:

عاجزی وانکساری ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو حقیقی انسان بناتا اور اسے بلند رتبے کا حامل بناتا ہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال اس حوالے سے فرماتے ہیں:

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ عاجزی وانکساری اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی عزیز ہے۔ شکستہ اور انکسار دونوں میں ٹوٹنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اقبال انسان میں عاجزی وانکساری پیدا کرنے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کی ترغیب ان الفاظ میں دیتے ہیں:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات [۲]

سجدہ کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے لئے انتہا درجے کی عملی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور زبان سے اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) اور سبحان ربی الاعلیٰ (میرے رب تو ہر عیب سے پاک ہے) بار بار کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور یہی عاجزی وانکساری اس کی عزتِ نفس کی محافظ بنتی ہے۔ اقبال اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وہی سجدہ ہے لائقِ اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام [۳]

اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عاجزی وانکساری جو بطریقِ سجدہ کی جاتی ہے وہ ہر انسان کو دوسروں کے سامنے جھکنے کی بچاتی ہے اور یہ امر عظمتِ انسان کا باعث ہے اس لئے کہ اسلامی تعلیمات میں عاجزی وانکساری کے وصف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں عبادالرحمٰن کی ایک صفت عاجزی وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے واضح طور پر ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الأَرْضِ هَوْناً(۴)

"وہ لوگ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ بندگانِ خدا زمین پر عاجزی وانکساری سے چلتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا(۵)

"اور تو زمین پر اکڑ کر نہ چل"

اس میں زمین پر چلتے ہوئے تکبر سے منع فرمایا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر تکبر کرنے والوں کو ناپسند کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّه لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ(۶)

"وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"

حدیث پاک میں بھی رسول اللہ ﷺ نے تواضع کو بلندی ورفعت کا سبب قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ(۷)

"اور جو کوئی اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے"

اس بحث سے معلوم ہوا کہ تواضع وانکساری کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنانے پر زور دیا گیا ہے اور علامہ اقبال نے بھی اس اسلامی وصف کو اپنانے پر اپنے کلام میں جابجا زور دیا ہے۔

۲. اخوت:

اخوت ایک ایسا وصف ہے جو کہ انسان کو بلند تر رتبہ عطا کرتا ہے۔ علامہ اقبال اپنے اشعار میں اخوت کو اپنانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نوعِ انسانی کو
اخوت کی زباں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی (۸)

پہلے شعر میں علامہ اقبال نے ہوس کو نوعِ انسانی کی تقسیم کا سبب قرار دیا ہے اور واضح کیا کہ بربادی کے اس سبب کا مقابلہ اخوت اور محبت سے ہی ہو سکتا ہے۔ دوسرے شعر میں آپ نے رنگ وخون کو بت قرار دیا اور ان کو توڑ کر ملت کے عنوان کو اپنانے کا حکم دیا اور کسی ملک میں رہنے کے باعث اس کی طرف نسبت پر اصرار نہ کیا جائے اور ملت کی طرف نسبت پر ہی فخر ہونا چاہئے۔ اقبال ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی (۹)

اس شعر میں پیغام دیا گیا ہے کہ فطرت کا مقصود اور مسلمان ہونے کی علامت اخوت اور محبت ہیں۔ گویا اخوت میں محبت کا عنصر شامل ہے کیونکہ مسلمانوں کے باہمی بھائی چارہ کی بنیاد ایمان اور محبت پر ہے اور اسی اخوت کا ذکر قرآن حکیم میں کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۱۰)

"تمام مومن بھائی بھائی ہیں"

اسی طرح حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ (۱۱)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"

اس اسلامی محبت اور بھائی چارہ کا عملی مظاہرہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر نظر آتا ہے جس میں مہاجرین اور انصار میں باقاعدہ مواخات کا تعلق قائم کرتے ہوئے ان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا گیا۔ یقینی طور پر تاریخِ عالم میں مواخات کی یہ مثال اسلام کے علاوہ کہیں اور ناپید ہے اسی لئے تو اقبال نے اس کو اپنے اشعار میں مقصودِ فطرت اور رمز مسلمانی قرار دیا ہے۔

۳. مساوات:

معاشرے کے تمام طبقات بنیادی طور پر برابر ہیں۔ حاکم و محکوم، محتاج و غنی یا دیگر طبقات کو وجہِ امتیاز وبرتری نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی اس پر فخر و تکبر کیا جانا چاہئے۔ بحیثیتِ انسان سب برابر ہیں۔ مساوات کا یہی تصور انسانیت کے لئے عروج کا سبب بنتا ہے۔ علامہ اقبال اپنے اشعار میں مساوات کے وصف کو یوں بیان کرتے ہیں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی سبھی ایک ہوئے
تیری سرکا میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے (۱۲)

یہ مساوات بلا تفریق انسان کی عظمت کا سبب ہے جبکہ قبیلے برادریاں جن کو آج معاشرتی عزت و وقار اور عظمت کا معیار بنالیا گیا ہے وہ سب شرعی اعتبار سے لایعنی اور عبث اور بس وجہِ پہچان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ قرآن پاک میں اس حقیقت کو یوں اجاگر کیا گیا ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۱۳)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبیلہ یا گروہ سے منسلک ہونا وجہِ امتیاز نہیں بلکہ وجہِ تعارف ہے۔ تمام لوگ اصل کے اعتبار سے برابر ہیں کہ ان کے والدین حضرت آدم حوا علیہاالسلام ہیں اور وجہِ امتیاز صرف پرہیز گاری و پارسائی ہے۔ اس کی دلیل خطبہ حجۃ الوداع میں نظر آتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے" (۱۴)

یہی وہ اسلامی تصورِ مساوات ہے جس کو علامہ اقبال نے اپنے اشعار کی زینت بناتے ہوئے امت کی اصلاح کا سامان کیا ہے تاکہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد اپنے آپ کو ایک لڑی کا حصہ سمجھتے ہوئے تعمیرِ ملت میں اپنا کردار ادا کرے۔

۴. اتحادویگانگت:

معاشرے میں انتشار وافتراق کی بجائے اتحادویگانگت ایک مثبت رویہ ہے۔ فرد و معاشرے کی بہتری اتحادویگانگت میں پنہاں ہے۔ وہی انسان بہتر ہے جو انتشار پھیلانے کی بجائے اتحاد واتفاق کی اشاعت میں کردار ادا کرے۔ علامہ اقبال اتحادویگانگت کی ترغیب اور افتراق انتشار سے نفرت دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟[۱۵]

اس شعر میں علامہ اقبال نے فرقہ بندی اور ذاتوں پر تنقید کرتے ہوئے قومِ مسلم کو اس سے گریزاں رہنے کا درس دیا اور اس کو یکساں مقصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی قرآن بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک[۱۶]

علامہ اقبال مسلمانوں کے مابین مشترک بنیادوں کو ذکر کر کے مسلمانوں کو بھی ایک ہونے کا درس دے رہے ہیں اور اتحاد کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں[۱۷]

یہاں اقبال اتحاد اور اجتماعیت کے فائدے کو ذکر کرتے ہیں تنہائی کی کوئی اہمیت نہیں ہے جیسے موج کی اہمیت دریا کیں ہی ہوتی ہے اسی طرح فرد کی اہمیت اجتماعیت میں ہی ہے۔ اتحاد واجتماعیت کے حوالے سے اگر اسلامی تعلیمات کو جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے تو اسلام کا پیغام اپنے اشعار میں ملتِ اسلامیہ کے افراد تک پہنچایا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[۱۸]

"اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں مت پڑو"

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ[۱۹]

"اور اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"

نبی کریم ﷺ نے بھی امت کو اتحاد و اتفاق کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

يَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ[۲۰]

"اجتماعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید ہے"

قرآنی آیات، فرمان نبوی کے ذریعے قومِ مسلم کو آگاہ کیا گیا کہ اختلاف بزدلی کا باعث بنتا ہے جس کی وجہ سے دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے اسلئے مسلمانانِ عالم کو چاہئے کہ وہ متحد و متفق رہیں۔ یہی پیغام فکرِ اقبال سے ملتا ہے جو کہ انہوں اپنے اشعار کی صورت میں قوم کو متنبہ کرتے ہوئے دیا ہے۔

۵. پیکرِ عمل و کردار:

عمل و کردار ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو بلندیوں پر فائز کرتا ہے۔ عمل ہی انسان کو جنت یا دوزخ کا مستحق بناتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس تصور کو یوں پیش کیا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے[۲۱]

یہاں واضح کیا جارہا ہے کہ یہ زندگی عمل کی بنا پر ہی جنت اور دوزخ کا سبب بنتی ہے۔ اسی فکر کے تسلسل میں مزید فرمایا:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں[۲۲]

اس شعر میں عملِ پیہم کو جہادِ زندگانی میں مردوں کی شمشیریں قرار دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ اقبال گفتار کی بجائے کردار پر زور دیتے ہیں وہ عمل کو نہ اپنانے کی مذمت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا
اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا[۲۳]

ان اشعار میں وہ اپنی ذات کو مخاطب کرتے ہوئے ہمیں گفتار کی بجائے کردار کو اپنانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ علامہ اقبال کے مطابق عقائد کی بے جا بحثوں کے باعث قوموں سے متاعِ کردار جاتا رہا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات وصفات (۲۴)

آپ نے واضح پیغام دیا کہ ان بحثوں سے ایک تو ملت کا شیرازہ بکھرتا ہے اور دوسرا ان کے کردار پر بھی حرف آتا ہے۔ اسلئے متانت و سنجیدگی اور عمل و کردار کو اختیار کر کے کردار کی حفاظت ناگزیر ہے۔ مزید جب غور کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن و سنت میں ایمانیات اور اعمال دونوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور ایمان کے بعد زور عمل پر دیا گیا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْعَصْرِ-إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ - إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (۲۵)

"عصر کی قسم بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے"

ایک دوسرے مقام پر قرآن حکیم نے فرمایا:

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (۲۶)

"اور ہر ایک کے درجات ان کے اعمال کے مطابق ہوں گے"

اس سے معلوم ہوا کہ درجات کا تعین اعمال کے مطابق ہو گا۔ اسی طرح گفتار کے ساتھ کردار و عمل کو اپنانے کا حکم قرآن حکیم ان الفاظ میں دیتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (۲۷)

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اہل ایمان سے قول و فعل دونوں میں صداقت کا تقاضا کرتے ہیں۔ علامہ اقبال بھی اس تصور کو اپنے انداز سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان (۲۸)

اقبال کے نزدیک مومن وہ ہے جو کردار کا غازی ہو اور اس کی گفتار اور شب و روز کے معمولات سے احکام الٰہیہ کی اتباع کی جھلک نظر آتی ہو۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ کردار و عمل ہی انسان کو بلند درجات پر فائز کرتا ہے اور اسی تصور کو علامہ اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے۔

۶. خدمتِ انسانیت:

خدمتِ انسانیت ایک ایسی صفت ہے جو کہ انسانیت کو اس کے معراج تک پہنچنے کا سبب بنتی ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اس کا ذکر اپنے اشعار میں کیا ہے:

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا[۲۹]

اس شعر میں اقبال غریبوں، دردمندوں، ضعیفوں کی حمایت و محبت کو اپنی تمنا و خواہش قرار دیتے ہیں۔ ایک مقام پر یوں گویا ہوتے ہیں:

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں[۳۰]

اس شعر میں فقیروں کی خدمت کو بادشاہوں کے خزانوں سے بڑھ کر قرار دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے واضح کیا ہے کہ مادیت اس احساس کو کچلنے کا سبب بنتی ہے اس حوالے سے ان کا پیغام ہے:

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات[۳۱]

اسلامی تعلیمات میں بھی خدمتِ انسانیت کا درس دیا گیا ہے جیسے حدیثِ پاک میں ہے:

خیر الناس انفعهم للناس[۳۲]

"لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع دینے والا ہو"

مزید غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدمتِ خلق کرنے والے کو اللہ کا محبوب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهِ[۳۳]

"مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ وہ ہے جو اس کی مخلوق سے بہتر سلوک کرنے والا ہے"

ایک اور روایت میں انفعهم لعياله کے الفاظ آئے ہیں[۳۴] جس کے تحت مخلوقِ خدا کے لئے زیادہ نفع بخش کو اللہ تعالیٰ کا نزدیکی شمار کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خدمتِ انسانیت ہی معراجِ انسانیت ہے اور یہی درسِ اسلام ہے اور یہی پیغامِ اقبال ہے جو انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے مسلمان قوم کو دیا ہے۔

۷. رجائیت:

انسان کو بلندیوں پر فائز کرنے والی ایک صفت رجائیت بھی ہے کہ وہ کبھی ناامیدی کا شکار نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ امید ورجاء کو اپناتا ہے۔ علامہ اقبال اس صفت انسانی کو یوں بیان کرتے ہیں:

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی[۳۵]

اس شعر میں علامہ اقبال امید ورجاء کا ذکر کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بھی امید ورجاء کو اختیار کرنے اور ناامیدی کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا[۳۶]

"آپ فرمادیجئے کہ اے میرے وہ بندو جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا"

واضح ہوا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق امید ورجاء کے تصور کو علامہ اقبال نے ہی اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

۸. خودی کی بلندی:

انسانیت کی معراج کے لئے خودی کی بلندی کے وصف کا اہم کردار ہے اور علامہ اقبال نے اس وصف کو اپنے اندر پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔ اس حوالے سے آپ نے انسان کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟[۳۷]

اس شعر میں آپ نے واضح کیا کہ اگر آدمی اپنی خودی کو بلند کر لے تو اللہ تعالیٰ ہر تقدیر سے پہلے بندے سے اس کی بابت پوچھتا ہے اور اس کی جو رضا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ وہی کر دیتا ہے۔ اسی فکر کی وضاحت علامہ اقبال نے ایک اور شعر میں یوں کی ہے:

زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی (۳۸)

اقبال کے اس پیغام پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان خودی کے باعث ساری خدائی کو حاصل کر لیتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے والا اسباب کے پیچھے نہیں بلکہ اس جہانِ دنیا کے تمام اسباب اس کے پیچھے ہوتے ہیں اور اس کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں چنانچہ علامہ اقبال نے اس صراحت کر دی کہ:

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے (۳۹)

خودی کے باعث انسان ساری کائنات کو مسخر کر لیتا ہے اور اپنی منشاء کے مطابق اس کو تصرف میں لاتا ہے لیکن اس کے برعکس جو خالقِ حقیقی سے روگرداں ہو کر گردابِ جہاں میں گم ہونے اور اس کو سمیٹنے کی کوشش میں ہوتا ہے وہ بالآخر اس کی خاک کی چھانتا ہے اس کو حاصل کچھ نہیں ہوتا تبھی تو اقبال نے انجام سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

کافر کی یہ پہچان کہ آفات میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق (۴۰)

یہاں مومن اور کافر کا فرق واضح کر دیا گیا ہے کافر دنیا میں راغب اور مومن اس کی رغبت سے عاری ہوتا ہے لیکن جب انسان مومنِ کامل بن جاتا ہے تو ساری کائنات اس کی دسترس میں ہوتی ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال گویا ہیں:

سبق ملا ہے معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (۴۱)

خودی کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین فکرِ اقبال کی وضاحت میں لکھتے ہیں :

"اقبال کی حکمت میں خودی سے مراد وہ شعور ہے جو خود شناس اور خود آگاہ ہو اور اپنی ذات اور مقاصد کا احساس یا شعور رکھتا ہو، لیکن یہاں شعور کا مطلب ہوش یا تمیز نہیں بلکہ وہ چیز ہے جس کا خاصہ ہوش یا تمیز رکھنا ہے یا جس کی وجہ سے ایک انسان تمیز یا ہوش رکھتا ہے۔ انسان میں یہی چیز ہے جو خود شناس یا خود آگاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو "میں" کہتی ہے"(۴۲)

اس خود شناسی اور خود آگاہی سے انسان اپنی روح کو پاک بنا کر من کو اجلا کر لیتا ہے اور جب اس کے معاملاتِ زندگی میں انانیت اور مفاد پرستی سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دیتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کے قبضہ واختیار میں آجاتی ہے اور وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے قرآن پاک اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ(۴۳)

"اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں وہ سب اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے"

اس کی گواہی حدیثِ رسول ﷺ سے بھی ملتی ہے کہ فرائض کے بعد بندہ اگر نوافل کی کثرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ:

كنت سمعه الذى يسمع به ونصره الذى يبصر به ويده التى ينطش بهاوررجله التى يمشى بهاوان سألنى لأعطينّه ولأن استعاذنى لأعيذنّه(۴۴)

"میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور ااس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے میں کو ضرور دوں گا اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو میں اس کو ضرور پناہ دوں گا"

اس حدیثِ قدسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان خاص بندوں کے لئے جنہوں نے اپنی خودی کو بلند کیا ہوتا ہے اور اپنی روح کو لذتِ عبادت سے آشنا کیا ہوتا ہے ان کے لئے کائنات مسخر کر دی جاتی ہے اور ان کے

ہاتھ اور پاؤں کو خاص قوت عطا کر دی جاتی ہے۔ وہ جب بھی بارگاہِ ایزدی میں کوئی التجا کرتے ہیں ان کی ہر التجا کو شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں آپ ﷺ نے بکھرے بالوں والے اور دروازوں سے دھکے دیئے جانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ (۴۵)

"اگر وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کوئی بات کہہ دے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو پورا فرما دیتا ہے"

ان احادیث میں ان بندگانِ خدا کا ذکر ہے جو اپنی روحانی قوت اور خودی کو اتنا مضبوط اور بلند کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان منشاء کے مطابق معاملہ فرماتا ہے گویا ان کی تقدیر ان کی خواہش کے مطابق بنا دیتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کی ارواح اور خودی انسانوں سے بڑھ کر ہے اسی لئے ان کی روحانی قوتیں غیر انبیاء سے بڑھ کر ہیں۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے بلند خودی اور روحانی قوت کے حامل نبی آخر الزماں ﷺ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ محبوبِ پروردگار ہیں اور آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے ہی کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا(۴۶)

"پس ہم یقیناً آپ کو اس قبلہ کیطرف پھیر دیں گے جس کو آپ چاہیں"

اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسول ﷺ کی خواہشات کو پورا کرتا ہے اور اس کا اظہار ام المؤمنین خود آپ کے ﷺ کے سامنے کرتے ہوئے کہتی ہیں:

ما ارٰی ربّک الّا لیبارع فی ھواک(۴۷)

"میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر یہ کہ وہ آپ کی خواہشات پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے"

سو رسول اللہ ﷺ کو اس قدر بلند روحانی مقام حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے خواہش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ویسے ہی کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت والے دن بھی آپ ﷺ کی شفاعت پر بہت سے لوگوں کی مغفرت فرما کر ان کو جنت عطا فرما دے گا اس کی تائید خود قرآن میں ہے جس می فرمایا گیا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ۴۸

"اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے"

اسی بیان کی وضاحت شاعر کے کلام میں یوں ملتی ہے کہ:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (۴۹)

علامہ محمد اقبال اسی تصور کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (۵۰)

اس بحث سے معلوم ہوا کہ علامہ اقبال نے خودی کا جو تصور دیا وہ اسلامی تعلیمات کی عملی تعبیر ہے جس کی تعمیل و ترویج سے انسان مقبولِ بارگاہِ الٰہی اور اپنی منشاء و رضا کے مطابق تقدیر سازی کا مقام پالیتا ہے علامہ اقبال نے تقدیر کے معاملہ پر امت کو اسی لئے تو جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

عبث ہے شکوہ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے (۵۱)

نتائج بحث:

اس مقالہ کے اہم نتائج درج ذیل ہیں:

i. علامہ اقبال نے جن اہم معاملات پر اپنی شاعری اور نثر میں بحث کی ہے ان میں سے ایک اہم معاملہ انسانیت ہے۔

ii. وہ اہم نکات جن پر عمل کر کے معراجِ انسانیت کو حاصل کیا جا سکتا ہے وہ عاجزی وانکساری، اخوت، مساوات، اتحاد و یگانگت، پیکرِ عمل و کردار، خدمتِ انسانی، رجائیت اور خودی کی بلندی ہیں۔

iii. علامہ اقبال کی سوچ اور فکر کتاب و سنت سے ماخوذ ہے اسی لئے دیگر موضوعات کی طرح یہ موضوع بھی کتاب و سنت سے ہم آہنگ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، عوامی کتاب گھر، اردو بازار، لاہور: ۳۱۷
۲۔ اقبال، کلیات، ضربِ کلیم: ۵۰۸
۳۔ اقبال، کلیات، بالِ جبریل: ۴۴۰
۴۔ الفرقان، ۲۵: ۶۳
۵۔ لقمان، ۳۱: ۱۸
۶۔ النحل، ۱۶: ۲۳

۷۔ مسلم، ابن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، تحقیق: فؤاد عبد الباقی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، داراحیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث:۲۵۸۸

۸۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۳۰۷

۹۔ ایضا:۳۰

۱۰۔ الحجرات،۴۹: ۱۰

۱۱۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، کتاب فی اللقطۃ، باب لایظلم المسلم المسلم ولایسلمہ، دار طوق النجاۃ، دمشق، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۴۲، رقم الحدیث:۲۴۴۲

۱۲۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۱۹۷

۱۳۔ الحجرات،۴۹: ۱۳

۱۴۔ بیہقی، احمد بن الحسن، شعب الایمان، حفظ اللسان عما لایحتاج الیہ، فصل و مما یجب حفظ اللسانمنہ الفخر بالآباء، رقم الحدیث:۴۷۷۴، مکتبۃ الرشد والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳م، ۷/ ۱۳۲۔

۱۵۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۲۳۸

۱۶۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۲۳۶

۱۷۔ ایضا:۲۲۳

۱۸۔ آل عمران،۳: ۱۰۳

۱۹۔ الانفال،۸: ۴۶

۲۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، تحقیق: بشار عواد معروف، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، رقم الحدیث:۲۱۶۷، دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م، ۴/ ۳۶

۲۱۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۳۱۱

۲۲۔ ایضا:۳۰۸

۲۳۔ ایضا:۳۳۰

۲۴۔ اقبال، کلیات، ضربِ کلیم:۵۳۳

۲۵۔ العصر،۱۰۳: ۱-۳

۲۶۔ الانعام،۶: ۱۳۲

۲۷۔ الصف،۶۱: ۲

۲۸۔ اقبال، کلیات، ضربِ کلیم:۵۲۱

۲۹۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۴۴
۳۰۔ اقبال، کلیات، بانگِ درا:۱۲۵
۳۱۔ اقبال، کلیات، بالِ جبریل:۴۲۴
۳۲۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، باب المیم، رقم الحدیث:۵۷۸۷، دار لحرمین، القاھرۃ،۶/۵۸
۳۳۔ بیہقی، شعب الایمان، طاعۃ اولی الامر بفصولھا، قیام الاوزاعی مع المنصور وعظمتہ ایاہ، رقم الحدیث:۷۰۴۸، ۹/۵۲۳۔
۳۴۔ نفس المرجع، رقم الحدیث:۹،۷۰۴۵/۵۲۱۔
۳۵۔ا قبال، کلیات، بالِ جبریل:۳۴۲
۳۶۔ الزمر،۳۹: ۵۳
۳۷۔ اقبال، کلیات، بالِ جبریل:۳۷۸
۳۸۔ ایضا:۴۰۱
۳۹۔ ایضا:۳۷۳
۴۰۔ اقبال، کلیات، ضربِ کلیم:۵۱۰
۴۱۔ ایضا، بال جبریل:۳۵۵
۴۲۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین، حکمتِ اقبال بحوالہ سید قاسم محمود، پیامِ اقبال-بنام نوجوانانِ ملت، پنجند کام، punjnud.com/ View Pag
۴۳۔ الجاثیۃ،۴۵: ۱۳
۴۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث:۶۵۰۲
۴۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الضعفاء والخاملین، رقم الحدیث:۲۶۲۲
۴۶۔ البقرۃ،۲: ۱۴۴
۴۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ (ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء) رقم الحدیث:۴۷۸۸
۴۸۔ الضحیٰ،۹۳: ۵
۴۹۔ خان، احمد رضا، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص:۶۵
۵۰۔ اقبال، کلیات، بالِ جبریل:۳۷۸
۵۱۔ اقبال، کلیات: ارمغانِ حجاز، ۶۳۳